مولانا نصیر الدین مظاہریؒ

مولانا عاشق الٰہی بلند شہری مدنی

تعلیقات و حواشی

مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری

ندوۃ المعارف

بلال پارک بیگم پورہ لاہور

بسم الله الرحمن الرحيم

سلسلہ اشاعت
(۷)

مولانا نصیر الدین مظاہریؒ

مصنف
مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ثم مدنی
تعلیقات و حواشی
مولانا سید محمد شاہد سہارنپوری
ناشر
ندوۃ المعارف
بلاک پارک، بیگم پور، لاہور
طابع
اشتیاق مشتاق پرنٹرز، لاہور
اشاعت
جنوری ۲۰۱۰ء

دعائے خیر بحق ناشرین ومعاونین ادارہ
(دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر بلا قیمت حاصل کریں)

مولانا نصیر الدین مظاہری مرحوم

خادم خاص حضرت شیخ الحدیث دام مجدھم

برکۃ العصر شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی ثم مہاجر مدنی دامت برکاتھم کا اپنا ذاتی تجارتی مکتبہ "کتب خانہ یحیوی" کے نام سے مشہور ہے، اس کتب خانہ کے بانی حضرت شیخ کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی تھے۔ تجارت کتب کا کام انہوں نے گنگوہ کے زمانہ قیام ہی میں شروع کر دیا تھا۔ پھر جب ۱۳۲۸ھ میں سہارن پور منتقل ہوئے تو جامعہ مظاہر علوم میں حدیث کے اسباق پڑھانے لگے اور ساتھ ہی تجارت کتب کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ مدرسہ میں تدریس کا کام لوجہ اللہ کرتے تھے اور کسب معاش کے لیے ظاہری سبب کے طور پر کتب خانہ جاری کر رکھا تھا۔

حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ نے کتب خانہ کا نام کوئی نہیں رکھا تھا۔ پتہ میں محمد یحییٰ تاجر کتب دینیہ شائع کیا کرتے تھے اور ان کو اپنے اکابر کی کتابیں شائع کرنے کا بہت شوق تھا۔

بہشتی زیور کی اشاعت

حضرت شیخ دامت برکاتھم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:

"مجھے اس میں بالکل تردد نہیں ہے کہ بہشتی زیور کے عام کرنے اور مقبول کرنے میں والد صاحبؒ کا بہت بڑا حصہ ہے اور اس میں ان کا کوئی شریک نہیں ہے والد صاحب ہی تھم سے پورا بہشتی زیور چھپواتے تھے اور اصل پڑت سے بھی کم قیمت پر لوگوں کو دیتے تھے، اور ان کی تجارت کا طریقہ عجیب تھا اور وہ یہ کہ سہارنپور کے قصبات و دیہات سے جمعہ پڑھنے کے لیے لوگ آتے تھے وہ والد صاحب کے گو کمیشن ایجنٹ بنے ہوئے تھے لیکن ایجنسی کا یہ حال تھا کہ والد صاحب ان کو بہشتی

زیور اور دیگر کتب دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ کتابیں لے جاؤ، ان کو فروخت کر کے روپے میں سے دس آنے خود رکھ لینا اور چھ آنے مجھے دے دینا اور اگر کوئی ضرورت مند ملے جسے خریدنے کا مقدور نہ ہو تو اس کو جزاک اللہ کی مد میں دے دینا۔ جب عرصہ کے بعد یہ لوگ واپس آتے تو ان سے تھوڑی بہت وصول یابی ہوتی تھی کیوں کہ روپے میں سے دس آنے کا مالک تو ان ہی کو بنا دیا جاتا تھا اور چھ آنے میں بھی ان کو مفت میں دینے کا اختیار ہوتا۔ جب کتابیں ختم ہو جاتی تھیں تو مطبع والوں کو لکھ بھیجتے تھے کہ اتنی کتب طبع کر کے بھیج دی جائیں۔ چنانچہ وہاں سے کتب ادھار طبع ہو کر آ جاتی تھیں۔ مولانا موصوف پر پریس والوں کا قرضہ رہتا تھا اور دوسرے لوگوں سے بھی قرض لیتے رہتے تھے، رات کو جب سونے لگتے تو جیب خالی کر کے سوتے۔ جو کچھ جیب میں ہوتا قرض خواہوں کو عنایت فرما دیتے۔ جب وقت وفات ہوئی اس وقت آٹھ ہزار کا قرضہ تھا جسے اللہ کے فضل و کرم سے میں نے ادا کیا۔"

مولانا محمد یحییٰ صاحبؒ کتب خانہ میں خود ہی کام کرتے تھے، عربی ادب پر بہت عبور تھا، وضو کرتے ہوئے اور کتب خانہ میں کام میں مشغول رہتے ہوئے مقامات وغیرہ پڑھا دیا کرتے تھے۔ مولانا محمد یحییٰ صاحب کی وفات کے بعد کتب خانہ کا نام کتب خانہ یحیوی پڑ گیا اور پھر کتابوں پر بھی چھپنے لگا۔

مولوی نصیر الدین کی سہارنپور آمد

جو لوگ کتب خانہ کے کام میں ہاتھ بٹاتے تھے، ان میں ایک مولوی نصیر الدینؒ مرحوم بھی تھے وہ موضع جلالیہ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے جو قصبہ بہٹ کے قریب ایک گاؤں ہے۔ حفظ کرنے کے لیے خانقاہ رحیمیہ رائپور ضلع سہارن پور میں داخل ہوئے۔ یہاں خانقاہ میں حافظ محمد یوسف صاحبؒ سے حفظ کرتے رہے جو ٹانگوں سے معذور تھے، گھر جانا ہوتا تو شاگرد ان کو اٹھا کر گھوڑی پر بٹھا دیتے اور مدرسہ آنا ہوتا تو اسی طرح سوار کر دیے جاتے۔ مرحوم مولوی نصیر الدین اپنی پیدائش کا سال ۱۹۰۱ء بتاتے تھے جو ہجری حساب سے ۱۳۱۸ھ کا اواخر یا ۱۳۱۹ھ کے اوائل میں پڑتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم "آپ بیتی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

"میرے والد کی اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم قدس سرہٗ کے زمانہ میں رائے پور آمد و

رفت کثیر ہوا کرتی تھی، بالخصوص اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طویل بیماری میں اعلیٰ حضرت کا میرے والد صاحب کو بلانے پر اصرار رہتا تھا۔ اس لیے کثرت سے تشریف لے جاتے تھے اور وہاں کے دوران قیام میں حافظ یوسف صاحب کے مکتب میں ایک چھپر کی جھونپڑی میں ان اوقات کے علاوہ جو اعلیٰ حضرت کے پاس رہنے کے تھے، والد صاحب کا وقت گزرتا تھا، بالخصوص گرمیوں کا دوپہر وہاں گزرتا، اس زمانہ میں مکتب کے بعض طلباء بڑے ذوق وشوق سے والد صاحب کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جن میں ایک مولوی نصیر مرحوم بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید حفظ اور ابتدائی اُردو، حساب وغیرہ رائے پور کے مدرسہ میں پڑھا پھر ذوالحجہ ۱۳۳۰ھ میں حافظ یوسف صاحب کے یہاں ان کی کوئی شکایت پہنچی جس پر پٹائی کے ڈر سے بھاگ کر والد صاحب کے پاس آئے کہ ان سے خوب تعارف تھا، لیکن والد صاحب اس زمانہ میں کئی دن کے لیے نظام الدین گئے ہوئے تھے مجھ سے کچھ شناسائی نہ تھی، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت مولانا (میرے والد صاحب) نے مجھ سے وعدہ کررکھا تھا کہ جب تیرا قرآن مجید پورا ہوجائے تو تو میرے پاس آنا میں تجھے عربی پڑھاؤں گا، مجھے چونکہ واقفیت نہ تھی اس لیے میں نے مسجد بہادران متصل مظاہر علوم کے ایک حجرے میں جہاں اور طلبہ بھی رہتے تھے، ان کو والد صاحب کے آنے تک رکھوا دیا اور کہہ دیا کہ کھانا دونوں وقت میرے گھر سے لے جایا کرو، والد صاحب کی تشریف آوری پر انہوں نے ان کو مسجد بہادران سے منتقل کر کے مسجد موچیان جو حکیم محمد یعقوب صاحبؒ کے قریب ہے اور میرے والد صاحب اکثر اوقات درس کے علاوہ کثرت سے وہاں رہا کرتے تھے، اس میں منتقل کردیا۔ اس مسجد میں دو حجرے تھے جس میں مدرسہ کے طلباء رہا کرتے تھے، خاص طور پر وہ جن کو والد صاحب[۲] سے خصوصی تعلق ہو، دو تین سال اسی مسجد میں قیام رہا۔ ۱۳۳۳ھ میں جب میرے والد صاحبؒ نے میرا موجودہ مکان کرایہ پر لیا تو اس میں زنانہ اور مردانہ دو حصے تھے، اس میں مولوی نصیر الدین اور قاری معین الدین دونوں کو قیام کرایا۔ میرے والد صاحب کے انتقال تک میرے مراسم مولوی نصیر الدین سے بھی ہوگئے، والد صاحب کے انتقال بعد ان کے اسباق تو مدرسہ میں

ہو گئے تھے مگر قیام اُن کا میرے مکان (کچے گھر) میں ہی رہا اور تجارتی کتب خانہ کے معمولی کام پیکٹ وغیرہ بنانا باندھنا ان کے حوالہ تھا اور فرمائشوں کی تعمیل میں خود کرتا تھا، اور ۱۳۳۸ھ کے پہلے سفر حج میں کتب خانہ کا کام ان کے اور حکیم ایوب صاحب کے حوالہ کر کے گیا تھا اور حج سے واپسی کے بعد کچھ نہ کچھ دیکھ بھال اس سیاہ کار کی ہوئی تھی۔

مولوی نصیر الدین بحیثیت ناظم کتب خانہ

لیکن شوال ۴۴ھ میں دوسری مرتبہ اس ناکارہ کی حج کو روانگی ہوئی تو تقریباً سولہ ماہ بعد واپسی ہوئی، اس وقت ہمہ تن کتب خانہ مولوی نصیر الدین کے حوالہ کر کے گیا تھا۔ عزیز موصوف کو ہمیشہ یہ گھمنڈ اور مجھ پر یہ الزام کہ یہ تجارت سے بڑا ناواقف ہے اور بہت ہی اس کی کوشش رہی یہ کتب خانہ کلی طور پر میرے انتظام میں دے دیں اور میں اسے اور چاند لگادوں۔

میرے والد صاحب کے انتقال کے وقت کتب خانہ کے ذمہ آٹھ ہزار روپے قرض تھا جو محض اللہ کے لطف وکرم اور احسان سے شوال ۴۴ھ میں صرف ایک ہزار رہ گیا تھا جو یہ ناکارہ حجاز کو جاتے وقت مولوی نصیر الدین مرحوم کے حوالہ کر گیا تھا اور ان کو ایک ہزار کی وہ رقوم بھی بتلا گیا تھا جو اس ناکارہ کی دوسرے لوگوں کے ذمہ تھی۔ لیکن جب یہ ناکارہ سولہ ماہ بعد واپس آیا تو انہوں نے کتب خانہ کو چار چاند نہیں بلکہ آٹھ چاند لگا رکھے تھے، یعنی میرے کتب خانے کے ذمہ مزید آٹھ ہزار روپے قرض کر رکھا تھا اور ایسے اجنبی لوگوں سے قرض لیا تھا جنہوں نے ان کا ناطقہ بند کر رکھا تھا، اس ناکارہ نے اپنے دوستوں سے قرض لے کر اس کو ادا کیا۔

اس کے باوجود شیخ دام مجدہم نے ان کو علیحدہ نہیں کیا بلکہ بحال سابق ساتھ لگائے رکھا اور ان کو سمجھایا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہر شخص کے ساتھ علیحدہ ہے، تجارتی اصول والوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ تجارتی اصولوں کا ہوتا ہے اور بے اصول کے ساتھ کرم واحسان کا ہوتا ہے۔

مولوی نصیر الدین مرحوم ۱۳۲۳ھ میں سہارن پور آئے اور ۱۳۳۴ھ تک مولانا محمد یحییٰ صاحب کے خادم رہے اور ان کی وفات کے بعد ان کے فرزند ارجمند حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں پورے چھیاسٹھ (۶۶) سال ایسے خصوصی خادم بن کر رہے کہ کتب خانہ کے بھی

باقاعدہ بااختیار ناظم اور حضرت شیخ کے مہمانوں کے قیام وطعام کے پورے منتظم اور واردین و صادرین کے بارے میں تعمیل ارشاد کے پابند۔ حضرت شیخ کے مہمانوں کو صبح وشام چائے پلانا اور دوپہر اور بعد مغرب کھانا نہ صرف کھلانا بلکہ تیار کرنا بھی ان کی ذمہ داری رہی۔

حضرت شیخ کا ارشاد ہوتا تھا کہ آج حجاج کی دعوت ہے ان کے لیے پلاؤ پکایا جائے۔ آج بنگال یا مدراس کی جماعت آئی ہے، ان کے مزاج کے مطابق چاول تیار کرائے جائیں۔ مولوی نصیر الدین مرحوم ہی سب انتظام کرتے تھے اور حضرت شیخ کا ذہن تالیف وتدریس کے لیے فارغ رکھتے تھے اور ساتھ ہی ساتھ اونچ نیچ میں ڈانٹ بھی پڑتی تھی۔ ۶۶ سال تک ذمہ داری کے ساتھ نباہنا معمولی بات نہیں ہے۔ یہ جو مشہور کہاوت ہے کہ یا کسی کا ہو جائے یا کسی کو اپنا کر لے، مولوی نصیر الدین مرحوم ان دونوں کے مصداق تھے۔

حضرت شیخ دام مجدہم آپ بیتی (حصہ: ۵، صفحہ ۷۷) پر تحریر فرماتے ہیں:

''مولوی نصیر الدین ناظم کتب خانہ یحیوی میرے بہت ہی شدید ترین محسن ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے احسانات کا اپنی شایان شان دین و دنیا میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ میں اپنی عمومی دعاؤں کے ساتھ جو سارے محسنوں کے لیے کرتا ہوں، ان کے لیے خصوصی دعائیں بھی کرتا ہوں، مگر اپنے متعلق اپنے چچا جان قدس سرہ کا یہ مقولہ پہلے نقل کر چکا ہوں کہ میری تبلیغ کو جتنا نفع زکریا سے ہے اتنا مجھے اپنے معاونین سے بھی نہیں اور میری تبلیغ کا جتنا مخالف یہ ہے اتنا کوئی مخالف سے مخالف بھی نہیں۔ چچا جان نور اللہ مرقدہ کے اس مقولہ کو اگر مولوی نصیر الدین کے متعلق دہراؤں تو بالکل بجا ہے کہ جتنی اعانت انہوں نے میری علمی، عملی اور بدنی کی ہے اتنی نہ کسی رشتہ دار نے نہ اہل وعیال نے کی۔''

نیز حضرت شیخ الحدیث صاحب دام مجدہم آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں۔

''عزیز مولوی نصیر الدین کے ابتداءً مالی اور انتہاءً جانی احسانات بھی بہت بڑھ گئے، مہمانوں کا ہجوم اور بہت سے حضرات بے وقت دن میں ظہر کے بعد اور رات کو عشاء کے بعد آتے ہیں مجھے بعض مرتبہ کلفت پہنچتی ہے مگر اللہ تعالیٰ مولوی نصیر الدین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ وہی ان لوگوں کے کھانے کا انتظام کرتے ہیں۔''

ماں، بیوی اور باپ

مولانا نصیر الدین صاحب مرحوم کی حضرت شیخ دام مجدہم کے ساتھ محبت اور خدمت اور مہمانوں کی دیکھ بھال اور دعوت وضیافت کے اہتمام وغیرہ کو دیکھ کر مولانا یحیٰی صاحب کے حقیقی ماموں جناب الحاج شمس الحسن مرحوم نے ایک مرتبہ فرمایا کہ مولوی زکریا! مولوی نصیر الدین تمہاری ماں بھی ہے اور بیوی بھی ہے۔ حضرت شیخ دام مجدہم نے فرمایا: اور میرا باپ بھی، کیوں کہ کما کے بھی یہی کھلاتے ہیں۔

قصہ اختری بہشتی زیور کا

حضرت دام مجدہم آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں:

''باوجود یکہ میں ان کا (یعنی مولوی نصیر الدین صاحب کا) احسان مند ہوں اور ہمیشہ ان کے لیے دل سے دعائیں بھی کرتا رہتا ہوں مگر طبیعت کا جوڑ آج تک نہیں لگ سکا۔ میں ہمیشہ کتابوں کے حق تالیف کو رجسٹرڈ کرانے کا مخالف رہا ہوں اور اس کو شرعاً جائز بھی نہیں سمجھتا، اختری بہشتی زیور کا تحشیہ یحیوی کتب خانہ نے کرایا تھا اور اجرت تحشیہ اور طباعت بھی کتب خانہ ہی کی طرف سے ہوئی۔ مولانا نصیر الدین صاحب نے اس کو رجسٹرڈ کرالیا اور میرے ایک مخدوم زادہ[۲] نے جب اس کو طبع کرالیا، یہ سمجھ کہ میں اس سے کیا تعرض کروں گا اور ان کا خیال بھی صحیح تھا، مولوی نصیر الدین نے ان پر دعویٰ بھی کرادیا۔ مجھے ان کے رجسٹرڈ کرانے کی خبر اور نہ دعویٰ دائر کرنے کی۔ شیخ رشید احمد صاحب اس زمانہ میں دہلی میں ان سر برآوردہ لوگوں میں تھے کہ حکام ان کے اشاروں پر چلتے تھے، اس لیے ان کے ذریعہ سے مقدمہ میں فوری کامیابی ہوئی اور کتابیں ضبط ہوگئیں اور شیخ رشید احمد صاحب نے مجھے مژدہ کی اطلاع دی۔ میں حیرت میں پڑ گیا کہ کیسا مقدمہ کیسی ضبطی؟ میں نے جب تحقیق کی تو قصہ معلوم ہوا۔ میرے رنج وقلق اور غصہ کی انتہا نہ رہی، میں نے منت خوشامد، ڈانٹ ڈپٹ سب کچھ کیا، مگر انہوں نے بجائے درخواست قبول کرنے کے چچا جان نور اللہ مرقدہ کو میرے خلاف ایک بہت سخت خط لکھا کہ ان کو کتب خانہ کی آمدنی سے تو کوئی تعلق نہیں، کھانے کے وقت جتنے مہمان ہوتے ہیں، ان کے علاوہ رستہ چلتے لوگوں کو بھی دعوت دیتے ہیں اور تجارت کا جو حال ہے وہ بھی آپ کو معلوم ہے۔

میں نے ایک کتاب کو رجسٹرڈ کرلیا تھا جس کی وجہ سے مجھ پر سخت عتاب ہے، میں نے تین دن سے نہ کھایا اور نہ سویا، دن رات روتے گزر رہی ہے۔ یہ خط انہوں نے رجسٹری بھیجا تھا، مجھے اس خط کی بھی کوئی خبر نہ ہوئی۔ ایک دن دوپہر کے وقت دسترخوان بچھ چکا تھا کہ چچاجان نوراللہ مرقدہ اور جناب الحاج حافظ فخرالدین صاحب تشریف لائے اور چہرہ پر غصہ نمایاں بلکہ چہرہ سرخ ہورہا تھا۔ میں چچاجان کو دیکھ کر کھڑا ہوا مگر چہرہ پر غصہ بہت ہی ظاہر ہورہا تھا۔ چچاجان نے تشریف لاتے ہی سلام و مصافحہ سے پہلے ہی فرمایا کہ تم نے تو پریشان ہی کردیا، اس وقت تمہاری وجہ سے آنا پڑا، تم سے تخلیہ میں کچھ کہنا ہے۔ میں کانپ گیا اور میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا ارشاد ماحدث و قدم یاد آگیا، نہ معلوم کسی نے کیا شکایت لکھ دی تھی۔ اس وقت چچاجان اور حافظ صاحب نے غصہ میں کھانا نہیں کھایا اور میں نے فکر میں نہیں کھایا۔ کھانے کے بعد مجھے چونکہ یہ فکر تھا کہ نہ معلوم کیا شکایت پہنچی ہوگی، اس لیے میں ان دونوں حضرات کو حکیم ایوب صاحب کی بیٹھک میں لے گیا اور سب دروازے لگادیے اور چچاجان نے بیٹھتے ہی غصہ میں فرمایا کہ تمہیں آمدنی کا کوئی فکر نہیں ہے، خرچ کی تو تم کو کوئی خبر ہی نہیں۔ وہ نصیرالدین دن رات فکر میں رہتا ہے۔ یہاں تک کہنے پر میری جان میں جان آئی اور ہوش و حواس بھی درست ہوئے۔ مجھے اس اس کا اندازہ ہوجاتا تو اتنی دور بھی نہ لے جاتا، بلکہ کھلے کواڑ ان سے تخلیہ کرلیتا۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ مولوی نصیرالدین نے مجبور ہوکر کتاب کو رجسٹرڈ کرالیا تو تم ان پر خفا ہونے لگے، کئی دن سے نہ اس نے کچھ کھایا نہ سویا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت چچا جان کتابوں کی رجسٹری تو جائز نہیں۔ مولوی نصیرالدین نے حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب سے رجسٹری کے جواز کا فتویٰ بھی منگوا رکھا تھا، جس کی نقل بھی انہوں نے چچاجان کے پاس بھیج دی تھی۔ چچاجان نے فرمایا کہ اس کے پاس مفتی کفایت اللہ کا فتویٰ ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت چاچا جان! میرے پاس حضرت گنگوہی کا فتوی ہے، مولوی نصیر اگر حضرت گنگوہی کے مقابلہ میں حضرت مفتی صاحت کا فتویٰ پیش کرے تو تعجب نہیں، مگر میں یا آپ حضرت گنگوہی کے مقابلہ میں حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ قبول کرسکتے ہیں؟ چچاجان تو میری گفتگو کے بعد بالکل خاموش ہوگئے

اور خفگی بالکل زائل ہوگئی، البتہ یہ فرمایا کہ اتنی ناراضگی نہیں ہونے چاہیے۔ اس کی محنت اور جانفشانی کی رعایت چاہیے۔ چچاجان دوسری گاڑی سے یہ فرما کر چلے گئے کہ میں بہت مشغولی میں آیا ہوں، قیام کا وقت بالکل نہیں، تمہارے مولوی نصیر نے اپنی پریشانی کا ایسا سخت خط لکھا کہ مجھے فوراً آنا پڑا۔ ان کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے مولوی نصیر الدین سے کہہ دیا کہ میری کتاب کی رجسٹری تو رہ نہیں سکتی، آج سے یہ اختری بہشتی زیور تمہاری ملک میں ہے اور اس کے سب مطبوعہ نسخے تمہاری نذر ہیں اور اس دن یہ کتاب مولوی نصیر کی ملک ہوگئی اور میں نے اخبارات میں بھی اعلان کرادیا۔

مولوی نصیر کی شکایات اور حضرت شیخ کی حوصلہ مندی

تین چار سال بعد یہ ناکارہ ایک مرتبہ نظام الدین حاضر ہوا تو چچاجان نے فرمایا۔ ارے بھائی! تمہارے نصیر کی خودغرضی یہ کہ تمہارے مال کو اپنے نام سے بینک میں جمع کرواتا ہے وغیرہ اس قسم کی شکایت بہت آرہی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ وہی مولوی نصیر ہیں جن کی بدولت مجھ پر عتاب ہوا تھا۔ فرمایا ہاں، ہیں تو وہی مگر اب تو اس قدر ان کی شکایات آرہی ہیں کہ حد نہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جب آپ تک ان کی اتنی شکایت آرہی ہیں تو مجھ تک کتنی پہنچتی ہوں گی، مگر میرے ذہن میں ایک بات ہے کہ ابا جان کے انتقال کے بعد قرضہ تو آٹھ ہزار کا تھا اور کتب خانہ نیلام کی حیثیت سے پانچ ہزار کا تجویز کیا جارہا تھا، میں نے دو حج بھی کرلیے، اگرچہ میرے اخراجات میں کتب خانہ کو کم دخل ہے۔ ظاہری اسباب میں کتب خانہ ہی ذریعہ تھا۔ ہدایا وغیرہ کا سلسلہ اس وقت تک شروع نہ ہوا تھا اور جو ہوتا بھی اس سے وحشت ہوتی تھی، اپنی شادی کی، اپنی ہمشیرہ کی شادی کی، مہمانوں کا سلسلہ بھی رہتا ہے اور یہ تو آپ کو مولوی نصیر نے اسی وقت خط لکھ دیا تھا کہ کتب خانہ سے اس کا کوئی واسطہ نہیں، سب کچھ میں ہی کرتا ہوں اور اب تو اس میں اور بھی اضافہ ہوگیا ہے کہ میں واقعی کتب خانہ میں جاکر پاؤں نہیں رکھتا اور مجھے اپنی تصنیف وتالیف وتدریس سے اتنی فرصت ہی نہیں ملتی، اگر میں یہ سمجھوں کہ وہ محنت کررہا ہے اور مضاربت کے طریق پر آدھا تہائی مجھے بھی دے دیتا ہے تو اس میں کیا شکایت کی بات ہے؟ میرے چچاجان نوراللہ مرقدہ

میرے اس جواب پر بہت ہی خوش ہوئے اور اتنی دعائیں ذوق اور شوق میں دیں کہ مجھے لطف آ گیا کہ اللہ تم کو بہت ہی خوش و خرم رکھے، بہت ہی برکت عطا فرمائے وغیرہ وغیرہ۔"

کتب وخانہ اختری اور یحیوی

جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ کتب خانہ یحیوی حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کے نام سے موسوم ہوا لیکن ۱۳۴۴ھ میں حضرت شیخ کے چچا نصیر الدین مرحوم کتب خانہ کو ترقی دینے کی نیت سے گھر کی دوکان سے اُٹھا کر سہارنپور شہر کے بازار میں لے گئے، اس وقت انہوں نے اس کا نام اختری کتب خانہ تجویز کر دیا تھا اور یہ نسبت مولانا یحییٰ صاحب اور مولانا الیاس صاحب کے نام کی طرف تھی حضرت مولانا یحییٰ صاحبؒ کا تاریخی نام بلند اختر تھا جس کے عدد بارہ سو ہوتے ہیں اور مولانا الیاس صاحبؒ کا تاریخی نام الیاس اختر تھا جس کے عدد تیرہ سو تین ہوتے ہیں۔

جب بہشتی زیور کو محشی کرایا گیا تو اس کو مولانا نصیر الدین مرحوم نے اختری بہشتی زیور کے نام سے شائع کیا اور لفظ "اختری" اس مخصوص بہشتی زیور کا ٹریڈ مارک بن گیا۔ جب حضرت شیخ دام مجدہم نے آخری بہشتی زیور مکمل پلیٹوں سمیت مولوی نصیر الدین کو ہبہ فرمایا اور اس میں اپنا حصہ بالکل نہیں رکھا تو وہ اختری بہشتی زیور پر پتا میں اختری کتب خانہ چھپوایا کرتے تھے۔ اس پتہ پر یحیوی کتب خانہ کا پتہ نہیں ہوا کرتا تھا اور بھی بعض کتابیں مولوی نصیر الدین نے اختری کتب خانہ کے نام سے شائع کیں۔

قرآن اور تعلیم قرآن سے شغف

مولوی نصیر الدین مرحوم کو تلاوت قرآن پاک کا بہت شوق تھا اور باتجوید قرآن مجید کی تعلیم عام کرنے کے لیے بھی کوشاں [8] رہتے تھے۔

نورانی قاعدہ مولانا مولوی نور محمد لدھیانویؒ بڑے اہتمام سے شائع کیا کرتے تھے، باضابطہ سند یافتہ خود قاری تو نہ تھے۔ لیکن قاریوں کا امتحان لینے اور اغلاط کی نشاندہی کرنے میں خاص کمال رکھتے تھے۔

انہوں نے کتب خانہ یحیوی کے قریب ہی ایک تعلیم القرآن کا قرآنی مکتب [9] قائم کر رکھا تھا، جس کی نگرانی خود فرماتے تھے نیز فتح پور ضلع سہارن پور کے مدرسہ کے سرپرست بھی تھے، برسہا برس ذمہ داری کے ساتھ اس مدرسہ کی سرپرستی فرمائی [10]۔

حضرت شیخ دام مجدہم نے فرمایا کہ

''ان کی وفات کے بعد مدرسہ والوں کو خط آیا کہ مولوی صاحب کے بعد دوسرا کوئی سر پرست مقرر فرمادیں، انہوں نے تو مولوی طلحہ سلمہ کا نام تجویز کیا تھا، لیکن میں نے کہا کہ وہ صرف بزرگی کی مد کے آدمی ہیں، اس کی جگہ مولوی سلمان سلمہ مدرس مظاہر علوم اور دیگر حضرات کے نام ان کو لکھ دیے۔''

ٹال اور پریس

احقر نے حضرت شیخ سے دریافت کیا کہ مولوی نصیر الدین مرحوم کے گھر کے سامنے ایک لکڑی کا ٹال بھی تھا اور انہوں نے ایک پریس بھی لگا رکھا تھا، کیا ان دونوں میں بھی آپ کی شرکت تھی، فرمایا کہ:

''ان دونوں کے مولوی نصیر الدین تنہا مالک تھے ان کا گھر جس جگہ میں تھا[11] وہ جگہ میں نے ان کو خرید کر دی تھی، اس میں چھوٹا سا مکان بھی تھا، تھوڑی سی جگہ میں انہوں نے ٹال کھول رکھی تھی، پھر وہ مزید خریدتے رہے حتیٰ کہ خوب اچھی بڑی جگہ ہوگئی۔''

کتب خانہ یحیوی میں شرکت

احقر نے حضرت شیخ دام مجدہم سے دریافت کی کہ کیا مولوی نصیر الدین مرحوم کتب خانہ یحیوی میں شریک تھے؟ جواب میں ارشاد فرمایا:

''اس میں ان کی بالکل شرکت نہ تھی۔ کتب خانہ کا سارا انتظام اور مہمانوں کی پوری خدمت اور دعوت وضیافت کی ذمہ داری یہ سب کچھ وہ بغیر کسی معاوضہ کے کرتے تھے، البتہ میں بطور خود ان کو لیتا دیتا رہتا تھا۔

ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ سے سہارن پور گیا تو انہوں نے کہا کہ میری نواسی کی شادی ہے اور کچھ رقم کی ضرورت ہے، اس کی والدہ نے کہا ہے کہ شیخ سے عرض کرو۔ میں نے اس وقت آٹھ ہزار روپے دیے اور کہا کہ اور جو ضرورت ہو بعد لے لینا۔''

کتب خانہ یحیوی کے مالک سو فیصدی گو حضرت شیخ تھے لیکن مولانا نصیر الدین بہت بااصول ناظم تھے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ دام مجدہم نے پرچہ لکھ کر بھیجا کہ فلاں صاحب کو فلاں کتاب اتنی قیمت میں دیدو۔ مولوی نصیر الدین نے کتاب دینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت شیخ نے لکھا کہ مفت دیدو، تو دے دی اور کہا کہ مجھے اس پر اعتراض نہیں ہے، کم قیمت نہیں لیتا، کیوں

کہ اس سے بھاؤ بگڑتا ہے۔"

ازواج اور اولاد

حضرت شیخ دام مجدہم سے احقر نے دریافت کیا کہ مولوی نصیر الدین مرحوم کے کوئی لڑکا ہے؟ تو فرمایا:

"انھوں نے دو شادیاں کیں ۱۲ لڑکا کوئی نہیں ہے، پچھلی بیوی سے ایک لڑکی تھی اور دوسری بیوی سے بھی لڑکیاں ہیں۔ نرینہ اولاد میں ان کے نواسے ہیں ۱۳"

اللہ تعالیٰ جل شانہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور غریق رحمت فرمائے۔

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھی مرنے والے میں

مبشرات

سچے خواب کو حدیث پاک میں نبوت کا چھیالیسواں حصہ فرمادیا گیا ہے، پھر اس میں کس کو شبہ ہوسکتا ہے جب خواب بھی کسی ولی اللہ کا ہو، اللہ جل شانہ نبوت کے بعد خواب اور الہام کے ذریعہ بشارتیں فرماتے تھے مولوی نصیر الدین مرحوم کے متعلق بھی حضرت شیخ الحدیث دام مجدہم نے ایک خواب دیکھا جوان کے الفاظ میں تحریر فرمایا جاتا ہے۔ اس سے ان شاء اللہ تعالیٰ مولوی صاحب مرحوم کی عنداللہ تعالیٰ وعندالاولیاء اللہ تعالیٰ مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت شیخ دام مجدہم فرماتے ہیں:

"میں نے خواب میں دیکھا کہ میں سہارنپور گیا ہوں، میں نے نصیر مرحوم کی قبر پر جانے کا ارادہ کیا تو مجھے لوگوں نے کہا وہ تو یہاں نہیں دفن ہوا، وہ گنگوہ میں دفن ہوا ہے، مجھے حیرت ہوئی کہ گنگوہ میں کیا جواز۔ خواب میں گنگوہ حاضر ہوا۔ حضرت گنگوہی کے مزار پر گیا تو مجھے عبدالرشید محمود المعروف بہ ننھو میاں ملے، انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں نے دادا ابا کو خواب میں دیکھا، انھوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ کے نصیر کا انتقال ہو گیا، وہ یہاں میرے قبرستان میں دفن ہوگا، اس لیے میں نے سہارنپور خبر کردی تھی۔ بعد میں انھوں نے مزار اقدس پر جو مسجد ہے اس کے غربی جانب قبر دکھائی اور کسی نے کہا کہ یہ حضرت گنگوہی کے تہجد میں وضو کی جگہ ہے۔

سچ فرمایا ہے ہمارے نبی کریم ﷺ نے "المرء مع من احب" آخر جب زندگی علوم رشیدیہ اور خوشہ چینان رشیدیہ کی خدمت میں گزار دی تو مرنے کے بعد کہاں

جاتے۔"

ع پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا

مبشرات تو اور بھی بہت ہیں مگر ایک بہت ظاہر ہے، اس لیے اس کو بھی نقل کر دیتے ہیں۔ مولوی زبیر الحسن بن مولانا انعام الحسن صاحب نے خواب میں مولوی صاحب مرحوم کو دیکھا، پوچھا، اتنی بھی کیا جلدی تھی تم نے ہمارا انتظار بھی نہ کیا۔ یہ حضرات تبلیغی مرکز نظام الدین دہلی سے جنازہ میں شرکت کے لیے کار سے چلے تھے مگر راستہ میں کار خراب ہوگئی اور باوجود کوششیں بسیار کے جنازہ میں شرکت نہ کر سکے تو مولوی صاحب نے کہ ہم نے تو تمہارا بہت انتظار کیا مگر تم لوگوں نے آ کے ہی نہ دیا۔ پھر پوچھا کہ کیا حال ہے؟ تو جواب دیا کہ الحمدللہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔

حواشی

۱ مولانا مرحوم کے والد حافظ عبداللہ صاحب موضع جلالیہ قصبہ ابٹ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ ان کے انتقال پر حضرت شیخ الحدیث محرم ۱۳۴۷ھ شنبہ میں بعد تعزیت جلالیہ تشریف لے گئے تھے۔

۲ حضرت مولانا محمد یحییٰؒ صاحب کا طرز تعلیم بالکل نرالا اور جداگانہ تھا اور وہ خود اپنے طریقہ پر تعلیم کے واضع اور مجدد تھے، سنجیدہ اور باصلاحیت طلبا کا انتخاب فرما کر ان پر محنت فرماتے تھے، ۱۳۳۰ھ سے آخر حیات (ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ) تک (منجملہ دیگر اصحاب کے) یہ اصحاب آپ کے تلانذہ اور حاضر باش اور گویا خدام خاص رہے۔

۱۔ مولانا الحاج حکیم سید محمد ایوب سہارنپوری۔

۲۔ مولانا الحاج نصیر الدین مظاہری۔

۳۔ شیخ انوار الحق برادر شیخ ابرار الحق۔

۴۔ شیخ حامد حسن ابن شیخ زندہ حسن ابن شیخ حافظ محمد فضل حق۔

۳ یہ وہی مکان ہے جو اب کچا گھر کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ یہ شیخ محمد ایوب و شیخ محمد عمر پسران شیخ محمد یعقوب سہارنپور کی ملکیت تھا۔ ایک عرصہ تک مولانا محمد یحییٰ صاحب اور ان کے بعد حضرت شیخ الحدیثؒ بحیثیت کرایہ دار اس کا کرایہ ادا کرتے رہے۔ بعد ازاں ۱۹۳۵ء میں مبلغ بائیس سو روپے میں اس کا بیعنامہ بحق حضرت شیخؒ ہوا۔ ۹ ربیع الثانی ۱۳۷۶ھ (۱۳ نومبر ۱۹۶۵ء) میں بیرونی برآمدہ (مردانہ) شیخ زندہ حسن مرحوم سے مبلغ تین سو روپے میں خرید کر اس میں شامل کیا گیا۔ کچے گھر کا بیرونی مردانہ کمرہ کافی شکستہ ہو گیا تھا، چھت کی کڑیاں بھی ٹوٹتی جاری تھی۔ ۱۳۸۱ء میں اس کی گویا از سر نو تعمیر ہوئی حضرتؒ اپنی یادداشت میں لکھتے ہیں:

"گھر کی حال سے شکستہ ہو رہا تھا۔ آخر ربیع الاول ۱۳۷۱ھ میں جب کہ زکریا رائے پور گیا ہوا تھا، مولوی نصیر نے ازسرنو اس کی تعمیر شروع کرادی اور حضرت اقدس رائے پوری کے پاس چپکے سے یہ پیغام بھیج دیا کہ زکریا کو چند روز کے لیے روک لیں، ایک ہفتہ حضرت نے حکماً روکا جس پر یہاں جدید کمرہ تیار ہوگیا۔ واپسی پر زکریا نے اس پر سخت نکیر کی اور دروازہ پر جو سیمنٹ کا چھجہ لگوایا تھا وہ توڑ دیا۔

۴ قاری معین الدین پسر سعادت علی آروی کا نام روداد مظاہر علوم بابت ۱۳۳۶ھ میں پہلی مرتبہ ملتا ہے۔ اس سال موصوف نے جتنی قدوری کافیہ وغیرہ پڑھی۔ اس کے بعد کے متعدد رسالوں میں آپ کا نام اور تعلیمی کیفیات تحریر ہیں۔ لیکن کسی بھی سال کی روداد میں احقر کو مولانا نصیر الدین مرحوم کا نام نہیں ملا۔ قاری معین الدین مرحوم مظاہر علوم سے ۱۳۴۱ھ میں فراغت کے بعد مرکز نظام الدین میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشاد پر اُستاد قرات وتجوید بنائے گئے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا محمد انعام الحسن مجددہٗ قاری صاحب مرحوم کے تلامذہ میں ہیں۔ فن تجوید پر آپ کی ایک کتاب "معین التجوید" بھی مقبول ومعروف ہے۔

۵ مولانا نصیر الدین مرحوم کو جس قدر محبت حضرت شیخؒ سے تھی اتنی ہی حضرت زکریاؒ کو ان سے تھی۔ محبت وتعلق کے زور میں ڈانٹ ڈپٹ بھی ہوتی۔ روٹھ منا وا بھی چلتا رہتا۔ معافی تلافی کا سلسلہ بھی قائم رہتا۔ اس سلسلہ کی چند منتخب تحریریں یہ ہیں۔ ان میں تحریر نمبر دو کا تذکرہ حضرتؒ نے آپ بیتی میں بھی کیا ہے۔

(۱)

مخدومی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والا کو میری وجہ سے روز بروز تکلیف زیادہ ہوتی جاتی ہے اور میری حالت بھی اب اچھی نہیں، یہ کام سب ویسے ہی ہوتے رہتے ہیں، خصوصاً دوکان کا کام زیادہ خراب ہو رہا ہے، اس میں محنت کی ضرورت ہے، جو مجھ سے نہیں ہوتی ہے، اس لیے کچھ عرصہ کے لیے میں کہیں جانے کے لیے اجازت چاہتا ہوں۔ آپ کی تکلیف کا اثر میری صحت پر خراب پڑتا ہے۔

نصیر الدین بقلم خود

جواب

بخوشی اجازت ہے، اس کی وجہ سے وہ کبیدگی دُور نہیں ہوگی جو لغو تعمیر سے ہوئی۔

زکریا

(۲)

میں خانگی اخراجات پورا کرنے سے قاصر ہوں، اس لیے مجبور ہو کر درخواست کرتا ہوں کہ آپ اپنے ذمہ رکھیں اور حلف شرعی اس کا اقرار کرتا ہوں کہ کتب خانہ کی بکری میں سے کوئی پیسہ بلا اجازت کتب خانہ کے یا اپنے ذاتی صرف میں خرچ نہ کروں گا، نہ ہی کسی دوسرے شخص کی کوئی تجارتی چیز بلا اجازت کتب خانہ میں رکھوں گا۔ اپنے ذاتی قرضہ اور اخراجات کے لیے پندرہ روپیہ مجھے دیں دیے جایا کریں۔ فقط

نصیر الدین بقلم خود

۲۶ رجب ۵۷ھ

جواب

قرضہ ادا کر کے یہ تجویز کر دیا گیا کہ روزانہ شام کو بل بندہ کو دے کر کمی بیشی پوری کر لیا کریں۔

زکریا

۲۷ رجب ۵۷ھ

(۳)

مخدومی حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مودبانہ التماس ہے کہ میں جناب کے احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ہوں، ۔ اب تک جناب کے طفیل سے اچھی گزر گئی، اب جناب والا کو میری وجہ سے تکلیف ہو رہی ہے، جس کا مجھے کافی احساس ہے مگر اس کے ازالہ سے عاجز ہوں۔ اب اس کے سوا کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ حضرت سے اجازت لے کر کچھ زمانہ حضور والا سے اوجھل ہو کر کہیں اور گزار دوں۔ امید ہے کہ اجازت مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں گے۔

فقط

نصیر الدین

۲۶ فروری ۱۹۶۳ء / یکم ربیع الاول ۶۳ھ

(۴)

مخدومی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بذریعہ مولوی رحمت لفافہ پہنچا۔ اس کی ضرورت نہیں، میں نے جو کچھ کیا ہے ثواب کے لیے کیا ہے۔ بل ئ رقم مرمت فرمائی جائے۔

نصیرالدین

۲۲محرم الحرام ۷۴ھ

جواب

اس کے ثواب میں کوئی نہیں ہے، وہ ہر شخص کو ان شاء اللہ اس کی حسب سعی ملے گا، مٹھائی بانٹنا میرے مذہب میں نہیں، اس لیے اس کا بدل یہ تجویز کیا ہے۔

(۵) جواب الجواب

اس کو دل قبول نہیں کرتا، معذور ہوں۔

نصیرالدین

۶ مخدوم زادہ کا مصداق حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمان عثمانی مرحوم (بانی ندوۃ المصنفین، دہلی) ہیں۔ مولانا نصیر الدین مرحوم نے بہشتی زیور طبع کرانے پر ایک دعویٰ مفتی صاحب مرحوم پر نومبر دسمبر ۱۹۳۹ء میں دائر کیا تھا۔ مارچ ۱۹۴۰ء تک متواتر چار تاریخیں اس مقدمہ میں لگیں۔ پانچویں تاریخ (۲۱مارچ ۱۹۴۰ء) پر مولانا مرحوم نے عدالت سے درخواست کی کہ طابع وناشر کے پاس سے بہشتی زیور ضبط کرلیا جائے۔ عدالت نے درخواست قبول کرتے ہوئے حکم جاری کردیا، جس کے لیے مولانا مرحوم ۲۲مارچ میں دہلی گئے اور ۲۳مارچ میں ضبطی کی کاروائی مکمل کراکر واپس سہارنپور لوٹے۔ ۲۹مارچ ۱۹۴۰ء میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب کی موجودگی میں شرائط صلح طرفین کے درمیان تحریر ہوئیں اور پھر ۱۰اپریل میں مصالحت نامہ تیار ہوکر مقدمہ داخل دفتر کیا گیا۔

۷ حضرت شیخ نے ان احوال سے متاثر ہوکر دسمبر ۱۹۳۹ء میں جو اعلان اخبارات میں شائع کرایا تھا، وہ یہ ہے:

اعلان

کتب خانہ اختری سہارنپور اور اختری بہشتی زیور کی طباعت وغیرہ سے میرا مالی یا انتظامی کوئی تعلق نہیں ہے، وہ دوسرے شخص کی ملک ہے۔ بعض لوگوں کو چونکہ اشتباہ ہے اس لیے یہ اعلان کرتا ہوں۔

زکریا کاندھلوی۔

مالک کتب خانہ یحیوی متصل مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

۱۳ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ

(منقول از ہفت روزہ ''احرار'' سہارنپور ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء)

۸ مولانا مرحوم کو قرآن پاک کی ترویج اور خوش الحانی اور تجوید کے ساتھ اس کی تلاوت اور مشق و تمرین کا بہت ہی ذوق تھا اس سلسلہ میں متعدد نقشے، چارٹ اور تعلیم قرآن مجید کی ترغیب پر مختلف کتابچے بھی کثرت سے شائع کرتے رہتے تھے۔ جولائی ۱۹۲۶ء میں جب جبریہ تعلیم کا قانون پاس ہوا جس کی رو سے چھ ۶ سے ۱۱ سال تک کے بچے جبریہ سرکاری اسکولوں میں داخل کیے جارہے تھے تو قرآنی تعلیم کے تحفظ کی غرض سے مولانا موصوف نے موضع جلالیہ میں ایک انجمن تعلیم القرآن بھی قائم کی تھی۔

۹ اس مدرسہ کا نام مدرسہ ابوالمدارس تھا۔ افسوس ہے کہ مولانا مرحوم کی یہ قیمتی یادگار اب باقی نہیں رہی۔

۱۰ یعنی مدرسہ سراج العلوم فتح پور بھادوں ضلع سہارنپور۔

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ (فروری ۱۹۴۷ء) میں مولانا نصیر الدین مرحوم نے حضرت شیخؒ کو تحریر فرمایا کہ ''تال کے متصل وہ مکان جس میں، میں رہتا ہوں، وہ فروخت ہو رہا ہے، میرے پاس نقد کچھ نہیں ہے اس لیے آپ اس کا بیع نامہ اپنے نام کرالیں۔ اس پر حضرت نے جواباً تحریر فرمایا کہ ''مجھے خریدنا نہیں تم اپنے لیے خریدنا چاہو تو تمہیں اس کی جو قیمت ہو قرض دیدوں گا، باقساط ادا کر دینا، جتنا بھی بسہولت دے سکتے ہو دیتے رہنا۔'' چنانچہ اوائل ربیع الثانی میں حضرتؒ نے اپنی پیش کش کے مطابق مبلغ اٹھارہ سو روپے مولانا مرحوم کو مرحمت فرمادیے جس پر یکم مارچ ۱۹۴۷ء (۷ ربیع الثانی ۱۳۶۶ھ) میں مولانا موصوف نے اس مکان کا بیعنامہ اپنے نام کرایا۔

احسان فراموشی کی تاریخ میں مزید ایک عبرت ناک واقعہ اضافہ کے لیے اب یہ لکھا جاتا ہے کہ جمادی الاول ۱۴۰۹ھ دسمبر ۱۹۸۸ء میں قضیہ مظاہر علوم میں حضرت شیخؒ کے مکان اور کچے گھر میں آنے والے مہمانوں پر شدید خشت باری اسی مکان سے ہوئی تھی۔ پاک ہے وہ ذات جو خود نہیں بدلتی لیکن زمانہ کو بدل دیتی ہے۔

۱۲ مولانا مرحوم کی پہلی بیوی کا انتقال ۱۷ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ/۴ اپریل ۱۹۴۲ء میں ہوا۔ ان سے ایک لڑکی مسماۃ زبیدہ خاتون تھیں جن کا انتقال بمرضِ تپ دق ۲۰/ربیع الاول ۱۳۷۰ھ (۳۰/دسمبر ۱۹۵۰ء) میں ہوا۔ آپ نے دوسری شادی ۲۶/ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ (۱۰/اپریل ۱۹۴۵ء) میں کی۔ اہلیہ ثانی سے تین بیٹیاں سعیدہ خاتون، رئیسہ خاتون اور حمیدہ خاتون تولد ہوئیں جو الحمد للہ حیات ہیں اور ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں۔ ۲۲/رجب ۱۴۰۰ھ (۶/جون ۱۹۸۰ء) میں دوسری اہلیہ نے بھی وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے۔

۱۳ مرضِ وفات کا آغاز ۷/مارچ ۱۹۸۱ء (۳۰/ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ) میں دل کا دورہ پڑنے پر ہوا۔ بیماری کی کیفیت میں کمی زیادتی ہوتی رہی۔ تین روزہ علالت کے بعد چوتھے روز وفات پائی اور اسی شام چار بجے

قبرستان حاجی کمال شاہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی کے قدموں میں چھوٹے چبوترے کے برابر دفن کیے گئے۔ رحمۃ اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعۃ